نمبر ۱۱۶ | ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۲ سنہ ہجری | یوم پنجشنبہ | مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۳۴ء | جلد ۲۱

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق ۲۸ مارچ ایک بجے بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ کل حضور کو سر درد اور گلے کے درد کی شکایت رہی۔ جو آج صبح بھی موجود تھی۔ دوست حضور کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کو ہاتھ کے جوڑ میں درد کی جو شکایت تھی۔ وہ تاحال کچھ باقی ہے۔ نیز حضرت ام المومنین کی صحت بھی ابھی نادرست ہے۔ احباب دعائے صحت کریں۔

۲۶ مارچ ۱۱ بجے جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے جو ۱۲ اصحاب پر مشتمل تھا۔ دہلی میں وائسرائے ہند کی خدمت میں جماعت احمدیہ کی طرف سے ایڈریس پیش کیا۔ جسے جناب چودھری ظفر اللہ خان صاحب نے ۳۰ منٹ میں پڑھا وائسرائے کی طرف سے اس کا جواب دیا گیا۔ اور پھر جناب چودھری صاحب نے ممبران وفد کا تعارف کرایا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نشانات میں اخفاء کا پہلو ضروری ہے

"ہمارا ایمان ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نشان دکھاتا ہے۔ جب چاہتا ہے۔ وہ دنیا کو قیامت بنانا نہیں چاہتا۔ اگر وہ ایسا کھلا ہوا ہو کہ جیسے سورج۔ تو پھر ایمان کیا رہا۔ اور اس کا ثواب کیا۔ ایسی صورت میں کون بدبخت ہوگا۔ جو انکار کرے گا۔ نشان بین ہوتے ہیں۔ مگر ان کو باریک بین دیکھ سکتے ہیں۔ اور کوئی نہیں۔ اور یہ دقت نظر اور معرفت سعادت کی وجہ سے عطا ہوتی ہے۔ اور تقویٰ سے ملتی ہے۔ شقی اور فاسق اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ ایمان اس وقت تک ایمان ہے۔ جب تک اس میں کوئی پہلو اخفاء کا بھی ہو۔ لیکن جب بالکل پردہ برانداز ہو۔ تو وہ ایمان نہیں رہتا۔ اگر مٹھی بند ہو۔ اور کوئی بتاوے۔ کہ اس میں یہ ہے۔ تو اس کی فراست قابل تعریف ہو سکتی ہے۔ لیکن جب مٹھی کھول کر دکھا دی۔ اور پھر کسی نے کہا کہ میں بتا دیتا ہوں۔ تو کیا ہوا۔ یا پہلی رات کا چاند اگر کوئی دیکھ کر بتاوے۔ تو البتہ اسے تیز نظر کہیں گے۔ لیکن جب چودھویں کا چاند ہو گیا اس وقت کوئی کہے۔ کہ میں نے چاند دیکھ لیا۔ وہ چڑھا ہوا ہے۔ تو لوگ اس کو پاگل کہیں گے۔

غرض معجزات وہی ہوتے ہیں۔ جن کی نظیر لانے پر دوسرے عاجز ہوں۔ انسان کا یہ کام نہیں۔ کہ وہ ان کی حد بندی کرے۔ کہ ایسا ہونا چاہیئے۔ ویسا ہونا چاہیئے۔ اس میں ضرور ہے۔ کہ بعض پہلو اخفاء کے ہوں۔ کیونکہ نشانات کے ظاہر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ ایمان بڑھے۔ اور اس میں ایک عرفانی رنگ پیدا ہو جس میں ذوق ملا ہوا ہو۔ لیکن جب ایسی کھلی باتیں ہوں گی۔ تو اس میں ایمانی رنگ ہی نہیں آسکتا۔ چہ جائیکہ عرفانی اور ذوقی رنگ ہو۔"

(الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء)

تبلیغی رپورٹیں

مختلف مقامات پر تبلیغ احمدیت

کلکتہ میں تبلیغ احمدیت

ان دنوں کلکتہ کے بعض محلوں میں عموماً۔ اور پنجابی حلقہ (چنیوٹ کے تاجر پیشہ) میں خصوصاً احمدیت کے خلاف ایک جوش اور ہیجان برپا ہے۔

مکرمی ڈاکٹر محمد حسین صاحب سکرٹری تبلیغ کی مخلصانہ تبلیغی مساعی کے سبب سے چنیوٹ کے بعض نوجوانوں نے احمدیت قبول کر کے جہاں ایک طرف اپنی قوم میں مخالفت کی لہر پیدا کر دی۔ وہاں دوسری طرف تبلیغ کا دروازہ بھی کھول دیا۔ یہ قوم بالکل سوئی ہوئی تھی نہ تو ہمارے جلسوں میں کبھی شریک ہوتی۔ اور نہ ہی کبھی ایسا موقعہ ملتا۔ کہ بحیثیت مجموعی ان کو جا کر کچھ سنایا جائے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب کی سعی اور ان نومبایعین کی بدولت اس اثنا میں کئی مرتبہ ایسا موقعہ ملا۔ کہ ایک کافی مجمع کے سامنے ۷ بجے شام سے ۱۰ بجے رات تک بحث و مباحثہ و تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ جس کا اثر بعض قلوب پر بہت عمدہ ہے۔ اور ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے۔ جس کے دلوں میں احمدیت رچ گئی ہے۔ یہ تجربہ شدہ امر ہے کہ جب حق کی اشاعت زور شور سے کی جاتی ہے۔ اور صداقت۔ لوگوں کے دلوں میں داخل ہونے لگتی ہے۔ تو دشمنانِ حق بھی اس کے خلاف زیادہ سے زیادہ زور لگاتے ہیں۔ مگر جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کے مطابق ان کی مخالفت کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی۔ بلکہ ان کی تمام تر دشمنی صداقت کو اور زیادہ نمایاں کر دیتی ہے۔ یہی نظارہ کلکتہ میں بھی دیکھا جا رہا ہے۔ کہ مخالفین کی شرارت اور انکا تمسخر اور استہزاء متلاشیانِ حق کے لئے صداقت قبول کرنے میں ممد و معین رہا ہے۔

اب مخالفین نے ایک نئی انجمن تبلیغ الاسلام کے نام سے بنائی ہے۔ اور مولوی محمد یوسف امرتسری کو مستقل طور پر کلکتہ میں رہنے کے لئے بلایا ہے۔ نیز سنا گیا ہے۔ کہ سات آٹھ سو روپیہ چندہ بھی فراہم کیا گیا ہے۔ اور ایک کمرہ بھی کرایہ پر لے لیا گیا ہے۔ جہاں لائبریری قائم کی جائے گی۔ اور سلسلہ کے خلاف ہر قسم کے اخبارات و رسالجات و کتب مہیا کی جائیں گی۔

خدا کے فضل سے ہماری جماعت میں پہلے سے زیادہ جوش اور سرگرمی پائی جاتی ہے۔ اور بعض ممبر زیر نگرانی ڈاکٹر محمد حسین صاحب نہایت سرگرمی کے ساتھ تبلیغی جہاد میں حصہ لے رہے ہیں۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہندو طبقہ میں بھی تبلیغ شروع کر دی ہے۔ ڈلہوزی سکوئر ایک پارک ہے۔ جہاں ہر شام کو اکثر لوگ سیر و تفریح کے لئے آتے ہیں۔ کچھ دنوں سے ایک آریہ پنڈت مسمی گوپی چند نے اسی مقام کو اپنے پرچار کا مرکز بنا رکھا تھا۔ اور اثناء تقریر میں قرآن شریف اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کیا کرتا تھا۔ جب ڈاکٹر صاحب موصوف کو اس امر کا علم ہوا۔ تو انہوں نے بھی یہ دستور عمل بنا لیا۔ کہ روزانہ شام کو ڈلہوزی سکوئر میں جا کر آریہ پنڈت سے گفتگو اور سوال و جواب شروع کر دیتے۔ اور بعض مضامین مثلاً حدوث مادہ۔ اور گوشت خوری وغیرہ پر مباحثہ بھی کیا جس کا اثر سامعین پر اچھا ہوا۔ اور بعض ہندوؤں نے اعتراف کیا۔ کہ ہم نے اس قسم کے خیالات اور دلائل آج پہلی مرتبہ سنے۔ اسی طرح ہندوؤں میں سے بعض سمجھدار لوگ ڈاکٹر صاحب کے دوست ہو گئے ہیں۔ (نامہ نگار)

اُچہ جچہ میں مناظرہ

۵-۶-۷- مارچ ۱۹۳۴ء موضع اُچہ جچہ میں مناظرہ ہوا۔ پہلے دن وفات و حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔ دوسرے دن ختم نبوت پر۔ اور تیسرے دن صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر۔ پہلے دن احمدی مناظر مولوی محمد عبداللہ صاحب نے جو دلائل وفات مسیح ناصری علیہ السلام کے متعلق قرآن شریف اور احادیث سے بیان فرمائے۔ اُن کا جواب فریق مخالف کے مولوی نے سوائے بدزبانی کے کچھ نہ دیا دوسرے دن احمدیوں کی طرف سے مولوی دل محمد صاحب مناظر تھے معتمد

قرآن شریف کی آیات اور احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وزنی استدلال کئے گئے۔ چودھری کرم داد صاحب ہیڈ کانسٹیبل تھانہ ستراہ کے ہم ممنون ہیں۔ کہ انہوں نے قابلیت سے انتظام قائم رکھا۔ مختلف دیہات کے لوگ ایک ایک دو دو احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں۔ خاکسار محمد رشید سکرٹری تبلیغ گھنوکے۔

جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ کا جلسہ سالانہ

سالانہ جلسہ ۱۳-۱۴-۱۵- مارچ ۱۹۳۴ء منعقد ہوا۔ پہلے دن چودھری عبدالحق صاحب کی صدارت میں کارروائی شروع ہوئی بابو عبدالجلیل صاحب کی مختصر تقریر کے بعد مولوی محمد شریف صاحب نے فضائل اسلام پر تقریر کی۔ جو اڑھائی گھنٹہ جاری رہی۔ غیر احمدی اور ہندو بہت متاثر ہوئے۔ ۱۴ مارچ کو جناب حاجی غلام احمد صاحب کریام صدر جلسہ مقرر ہوئے۔ چودھری عبدالحمید خاں صاحب راہوں نے صداقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تقریر کی۔ پھر مولوی محمد شریف صاحب نے اجرائے نبوت پر اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تقریر کی۔ جلسہ ختم ہونے کے ایک گھنٹہ بعد جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب معہ مولوی عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل تشریف لائے۔ جناب کے آنے پر دس منٹ کے اندر اندر تمام قصبے کے لوگ اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔ جماعت نے بڑے جوش سے استقبال کیا۔ چند منٹ آرام فرما کر جناب نے جامع مسجد کے کوئیں کا گند اتارنے میں شرکت فرمائی۔ اس وقت گاؤں کے بہت سے زن و مرد۔ لڑکے لڑکیاں جمع تھے۔

۱۵- مارچ کو جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ اور مولوی عبدالقادر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں پر تقریر کی۔ پھر مولوی محمد شریف صاحب نے صداقت مسیح موعود پر تقریر کی۔ تقریر ختم ہونے پر جناب شاہ صاحب نے سوال و جواب کا موقعہ دیا۔ ایک شخص نے چند اعتراض کئے۔ جن کے جواب حضرت شاہ صاحب نے خود دیئے۔ جلسہ نہایت خیر و خوبی سے ختم ہوا۔ خاکسار محمد ابراہیم مدرس احمدیہ سکول کاٹھ گڑھ

جماعت احمدیہ ڈسکہ کا معائنہ

۱۱ مارچ جموں کو جاتے ہوئے جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ ڈسکہ میں تشریف لائے اور جماعت کا معائنہ کیا۔ اور جماعت کی ترقی کے متعلق خوشی کا اظہار فرمایا۔ (خاکسار محمد اسمٰعیل سکرٹری)

احباب تحریک قرضہ میں شریک ہو کر ثواب حاصل کریں

تحریک قرضہ میں حصہ لینے والے اصحاب نہ صرف ثواب کے مستحق ہونگے۔ بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی خاص دُعاؤں سے بھی مستفیض ہونگے۔

جن اصحاب نے اس تحریک میں ابھی تک حصہ نہیں لیا۔ وُہ جلد توجہ فرمائیں۔ اگر کسی بھائی کو فوری ضرورت پیش آجائے گی۔ تو اُن کے روپیہ کی واپسی کا فوری انتظام بھی کر دیا جائے گا۔

وُہ اصحاب جنہوں نے پہلے تھوڑی رقم اس تحریک میں دی تھی۔ انہیں ضروریات سلسلہ کا احساس کرتے ہوئے جہاں تک ممکن ہو۔ اس میں اضافہ کرنا چاہیئے۔ ایک مخلص دوست جنہوں نے پہلے صرف ایک سو روپیہ دیا تھا اب انہوں نے ایک ہزار کر دیا ہے۔

چونکہ ضرورت ابھی باقی ہے۔ اس لئے احباب کو چاہیئے۔ کہ جلد اس تحریک کو پُورا کر دیں۔

ناظر امور عامہ۔ قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

۶۹

نمبر ۱۱۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ | جلد ۲۱

احمدیوں پر مظالم کرنے والے موپلوں کو سبق

ظالم مظلوم کی آہ سے نہیں بچ سکتا

احمدیوں پر مظالم کرنے والوں پر افسوس

جب کثیر التعداد مسلمان کہلانے والوں کی طرف سے احمدیوں کو محض اختلاف عقائد کی وجہ سے ستایا۔ اور دکھ دیا جاتا ہے۔ ان پر طرح طرح کے مظالم کئے جاتے۔ اور انہیں جور و تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ان کے عام انسانی حقوق غصب کر کے ان کو مصائب اور آلام میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ تو ہمارا دل نہ صرف اس لئے غم والم سے بھر جاتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے وہ مخلص بندے جو دنیا میں اس کا نام بلند کرنے کے لئے۔ اس کے دین کی حفاظت اور اشاعت کرنے کے لئے۔ اور اس کی مخلوق کو اپنے خالق تک پہونچنے کا سیدھا راستہ بتانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ ان پر بلا وجہ۔ اور بلا قصور ظلم وستم کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس لئے بھی رنج ہوتا ہے کہ اس قسم کا ظلم کرنے والے انسانیت کے اعلےٰ اخلاق سے گر کر نہایت افسوسناک حالت اختیار کر رہے ہوتے ہیں۔ اپنے جذبات پر قابو رکھنے کی صفت سے دست بردار ہو کر ارذل ترین مخلوق بن رہے ہوتے ہیں۔ قوت برداشت کو جواب دے کر اشتعال اور برافروختگی کا شکار ہو رہے ہوتے ہیں۔ حوصلہ اور تحمل کو خیرباد کہہ کر خواہ مخواہ اپنے خلاف رائے رکھنے والوں کے گلے کا ہار بن رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ سب کی سب ایسی باتیں ہیں۔ جو تباہی اور بربادی کو دعوت دینے والی اور فتنہ و فساد پیدا کرنے والی ہیں۔ لیکن افسوس کہ جماعت احمدیہ کے عاقبت نااندیش مخالفوں اور ان کے کوتہ اندیش راہ نماؤں کو اس کا کچھ بھی احساس نہیں۔ ان کے نزدیک سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے۔ کہ اپنی کثرت کے گھمنڈ میں اور اپنی طاقت و قوت کے زعم میں ان سے جس قدر ممکن ہو۔ احمدیوں کو ستائیں۔ ان کو مصائب میں مبتلا کریں۔ ان کے حقوق غصب کریں اور اس کے لئے ہر ناجائز سے ناجائز اور شرمناک سے شرمناک طریق عمل اختیار کرنے سے دریغ نہ کریں۔ اور شرافت و اخلاق کے تمام تقاضوں کو کلیتہً بالائے طاق رکھ دیں:۔

کالی کٹ کے احمدیوں پر موپلوں کے مظالم

اس کی تازہ مثال میں وہ ظلم وستم پیش کیا جاتا ہے۔ جو حال ہی میں کالی کٹ علاقہ مالابار کے مٹھی بھر احمدیوں پر وہاں کے موپلا مسلمانوں نے روا رکھا۔ اگرچہ اس علاقہ کے احمدیوں کو ایک عرصہ سے بے حد ستایا اور دکھ دیا جا رہا تھا۔ بعض کے بیوی بچے چھین لئے گئے۔ بعض کو گھروں سے نکال دیا گیا۔ خرید و فروخت میں سخت روکاوٹیں حائل کر دی گئیں۔ بائیکاٹ کیا گیا۔ لیکن ایک احمدی کے فوت ہونے پر درندہ صفت اور وحشی سیرت انسانوں نے وفات پانے والے احمدی کی لاش کی بے حرمتی کرنے اور احمدیوں کو مبتلائے آلام بنانے کے لئے جو کچھ کیا۔ وہ نہایت ہی شرمناک اور انسانیت کے لئے ماتم کا مقام تھا۔ جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک احمدی فوت ہو گیا ہے۔ تو شہر کے مسلمان کئی ہزار کی تعداد میں فوت ہونے والے احمدی کے مکان کے ارد گرد اس لئے جمع ہو گئے۔ کہ مرحوم کی تجہیز و تکفین روک دیں۔ اور جس قدر ممکن ہو۔ گنتی کے چند احمدیوں کو تکلیف پہونچائیں۔ چنانچہ انہوں نے گالیوں دھمکیوں۔ اور شور و شر سے ایسا طوفان مچایا۔ کہ مکان کے اندر کے احمدیوں میں سے کسی کا ضروریات تجہیز کے لئے باہر نکلنا اور باہر کے کسی احمدی کا اندر جانا ناممکن بنا دیا۔ پھر کئی ہزار لوگ لاٹھیوں وغیرہ سے مسلح ہو کر قبرستان میں پہونچ گئے۔ تاکہ لاش کو قبرستان میں دفن نہ ہونے دیں۔ احمدی ساری رات اس مکان میں بند رہے اور مخالفین شور و شر کرتے اور گالیاں دیتے رات بھر مکان کا محاصرہ کئے رہے۔ دن کو حکام سے مدد حاصل کر کے میت کو دفنانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن حکام نے بھی اتنے بڑے ہجوم کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بے بس پایا۔ اور آخر شام کے قریب ایک ایسی نمناک جگہ جہاں دو تین فٹ کھودنے سے پانی نکل آتا۔ اور جو موسم برسات میں بالکل زیر آب رہتی ہے۔ قبر کھودنے کے لئے متعین کی۔ چونکہ میت کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ اور مالک مکان میت کے اٹھانے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس لئے ناچار احمدی اس نہایت ناموزون جگہ میں ہی دفن کرنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن ظالم اور سفاک لوگوں نے پھر بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ جب احمدی جنازہ لے کر چلے۔ تو دس ہزار شوریدہ سر موپلوں کے ہجوم نے ان کو گھیرے میں لے لیا۔ ہر طرف سے گالیوں اور تمسخر کی بوچھاڑ کرنے لگے۔ حتیٰ کہ مٹی اور کنکر بھی پھینکتے رہے۔ ان کی طرف سے یہی سلوک قبر کھودنے۔ دفن کرنے اور واپس آنے کے وقت بھی جاری رہا۔ بعض احمدیوں کو چوٹیں بھی آئیں:۔

موپلوں اور تھیا ہندوؤں میں فساد

یہ انسانیت سوز طریق عمل اختیار کرنے والوں نے اپنی کثرت اور طاقت کا شرمناک مظاہرہ کر کے سمجھا۔ کہ گویا انہوں نے دنیا کو فتح کر لیا۔ اور اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دے لیا جس سے ان کی شجاعت اور بہادری کی دھاک تمام عالم میں بیٹھ جائے گی۔ حالانکہ جہاں انہوں نے چند ایک احمدیوں کے مقابلہ میں اور وہ بھی اس وقت جبکہ وہ اپنے ایک بھائی کی وفات کی وجہ سے سخت غمگین اور دردمند تھے۔ ہزارہا کی تعداد میں جمع ہو کر اور تشدد سے کام لے کر اپنی انسانیت کو داغدار بنا لیا۔ وہاں اپنے لئے کانٹے بھی بکھیر لئے۔ اور خدا تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت انہیں جلدی ہی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ احمدیوں کو جس ذہنیت کے ماتحت انہوں نے ستایا اور دکھ دیا تھا۔ اور جسے مقامی حکام نے اپنی ناقابلیت کی وجہ سے روکنے کی بجائے زیادہ بڑھا دیا تھا۔ اسی کا مظاہرہ اس وقت کیا گیا۔ جبکہ کالی کٹ کی اطلاع کے مطابق ایک مقام کے تھیا قوم کے لوگ اپنے متبرک بانی کو ایک جلوس کی شکل میں مندر کی طرف لے جا رہے تھے۔ جب یہ جلوس ایک مسجد کے پاس سے باجا بجاتا ہوا گزرا۔ تو موپلا مسلمانوں نے جو اپنے بھائی بندوں کے چند ہی روز قبل احمدیوں پر سخت بےجا اور شرمناک تشدد سے یہ سمجھے بیٹھے تھے۔ کہ ہر اس بات کی مخالفت کرنے اور اس کے رستہ میں روکاوٹ ڈالنے کا انہیں دائمی حق حاصل ہو چکا ہے جسے وہ پسند نہ کریں۔ جلوس سے مطالبہ کیا۔ کہ باجا بند کر دیا جائے۔ یہ مطالبہ تھیا لوگوں کو سخت ناگوار گزرا۔ اور انہوں نے اسے اپنی ایک مقدس مذہبی رسم میں دست اندازی سمجھ کر اس کے ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر بات بڑھ گئی۔ اور ہزارہا تھیا آن کی آن میں جمع ہو گئے:۔

تھیوں کے مظالم

یہ صورت دیکھ کر بہت سے موپلے تو اپنی شجاعت اور مردانگی کی داد دیتے ہوئے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ اور جو باقی بچے۔

انہوں نے مسجد میں داخل ہو کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ تھیا لوگوں کے لئے یہی کافی فتح تھی۔ لیکن چونکہ موپلوں کی نادانی سے وہ سخت مشتعل ہو چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے آگے قدم بڑھایا۔ مسجد کا دروازہ توڑ کر پناہ گزینوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر زخمی کیا۔ قرآن کریم اور دوسری مذہبی کتب کی سخت بے حرمتی کی۔ اس کے بعد یہ لوگ خوشی کے نعرے بلند کرتے ہوئے مسلمانوں کی دوکانوں پر حملہ آور ہوئے۔ جنہیں سور ما موپلے خوف کے مارے بند کر کے بھاگ گئے تھے۔ ہجوم نے زبردستی دوکانیں کھول لیں۔ اور جو کچھ ملا۔ لوٹ لیا۔ بعض دوکانوں کو آگ لگا دی۔ جو جل کر راکھ ہو گئیں کئی موپلوں کو زخمی کیا۔ آخر پولیس نے موقعہ پر پہونچ کر امن قائم کیا۔ اور فسادیوں کی مزید شرارتوں کو روک دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر پولیس کچھ دیر نہ پہونچتی۔ تو موپلوں کی تمام دوکانیں لوٹ لی جاتیں۔ یا جلا دی جاتیں ؛

موپلوں سے سوال

تھیا لوگوں کا یہ ظلم نہایت ہی نفرت کے قابل ہے۔ اور ہمیں ان موپلا مسلمانوں سے ہمدردی ہے۔ جن کا اس فساد میں نقصان ہوا۔ اور ہم اس علاقہ کی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مجرموں کو سخت سے سخت سزا دے۔ اور موپلوں کا جو مالی نقصان ہوا ہے۔ اسے پورا کرنے کا انتظام کرے۔ لیکن موپلوں سے ہم یہ دریافت کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ کسی پر جبر و تشدد کرنے اور اپنی طاقت اور کثرت کی بنا پر نقصان پہونچانے کی بُرائی اب بھی ان کے ذہن نشین ہوئی ہے۔ یا نہیں۔ اور کیا اب بھی وہ جائز سمجھتے ہیں۔ کہ جو لوگ زیادہ طاقت اور بڑی جمعیت رکھتے ہوں۔ ان کا حق ہے۔ کہ دوسروں کے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔ اگر نہیں۔ تو ان موپلوں کے متعلق کیا کہنا چاہیئے۔ جنہوں نے کالیکٹ میں احمدیوں پر محض اس لئے مظالم کئے۔ کہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور ان مظالم کا سلسلہ اب بھی بعض مقامات پر جاری ہے ؛

موپلوں کو سبق

بے شک تھیا لوگوں نے موپلوں پر جو مظالم کئے۔ وہ بے حد مذمت اور نفرت کے قابل ہیں۔ لیکن دراصل یہ ایسا سبق ہے جو موپلوں کو خوب اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے۔ اور سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جو قوم انسانیت کو بالائے طاق رکھ کر ظلم کرنے پر اتر آتی ہے۔ اسے اسی رنگ میں سبق دینے کے لئے کوئی اور طاقت کھڑی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مظلوم کی آہ کبھی خالی نہیں جاتی۔ اور ظالم اس کی زد سے نہیں بچ سکتا۔ مالابار میں احمدیوں پر جبر و ستم کرنے والے موپلوں نے سمجھ لیا۔ کہ انہیں انسانیت و اخلاق کے کسی ضابطہ کی پابندی کرنے کی ضرورت نہیں۔ نہ ان کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں۔ اور ضبط و تحمل کی قوت سے کام لیں۔ اس وجہ سے انہوں نے اختلافِ عقائد کی بنا پر احمدیوں کو مبتلائے آلام کرنا اپنا حق قرار دے لیا۔ لیکن اسی جذبہ کے ماتحت جب انہوں نے ایک طاقتور قوم سے ٹکر لی۔ تو ان پر واضح ہو گیا۔ کہ ان کے دانت کھٹے کرنے والے۔ اور ان کی بے جا دخل اندازی کو ناقابل برداشت سمجھنے والے لوگ بھی موجود ہیں ؛

احمدیوں پر مظالم کے وقت کس کا راج تھا

اب کہا جا رہا ہے۔ کہ اس فساد میں موپلاؤں پر اس قدر سختیاں کی گئیں۔ کہ گویا اس دن کالی کٹ میں انگریز کا نہیں۔ بلکہ تھیوں کا راج تھا“ (انقلاب ۱۷ - مارچ)

لیکن اس پر بھی غور کیا جائے۔ کہ اس دن کالی کٹ میں کس کا راج تھا۔ جس دن ہزارہا موپلوں نے ایک مکان کا اس لئے محاصرہ کر رکھا تھا۔ کہ اس میں ایک احمدی کی جو لاش پڑی ہے اسے دفن نہ کرنے دیں۔ اور پھر جب بڑی مشکلوں سے اس لاش کو مجبوراً ایک نہایت غیر موزوں جگہ دفن کرنے کے لئے لے جایا گیا تو ہزارہا موپلے اس کی بے حرمتی کے مرتکب ہوئے۔ اس وقت کالی کٹ میں انگریزوں کا راج تھا۔ یا موپلوں کا ایک اور مسلمان اخبار نے اس فساد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ”ہندو جنہیں اس علاقہ میں غالب اکثریت حاصل ہے۔ اپنی شوریدہ سری سے کیسے باز رہ سکتے تھے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ وہ دیکھ چکے تھے۔ کہ گزشتہ موقعہ پر بھی انہیں کسی نے پوچھا تک نہیں“ یہی بات احمدیوں کے مقابلہ میں ان موپلوں کے متعلق کہی جا سکتی ہے۔ جنہوں نے احمدیوں کو اپنے مظالم کا تختہ مشق بنا رکھا ہے۔ کاش موپلوں کو یہ بتایا جائے۔ کہ بات بات پر مشتعل ہو جانا اور اختلاف عقیدہ کی بنا پر جبر و تشدد سے کام لینا کسی دُور اندیش قوم کا کام نہیں ہو سکتا۔ اور جو لوگ کمزوروں اور قلیل التعداد لوگوں کے خلاف مشتعل ہو کر قانون شکنی اور فتنہ و فساد پر اتر آتے ہوں۔ انہیں ایسے مواقع بھی پیش آ سکتے ہیں۔ جب کہ ان کو اپنی اشتعال پسند طبائع کا سخت ناگوار خمیازہ بھگتنا پڑے۔ اس کے مقابلہ میں اگر ضبط و تحمل کی عادت ہو۔ جبر و تشدد سے نفرت ہو۔ اور اختلافِ عقائد کو برداشت کرنے کا مادہ ہو۔ تو یہ صفات نہ صرف انسانیت کا خاصہ ہونے کی وجہ سے انسان کو قابلِ تعریف بنا دیتی ہیں۔ بلکہ ہر قسم کے نقصان اور خطرے سے محفوظ رکھنے کی ضامن بھی ہوتی ہیں ؛

گاندھی جی کا پُرادب تعاون

گاندھی جی کُجا تو موجودہ حکومت کو شیطانی قرار دے کر اس کی ہر حرکت سے نفرت کا اظہار کرتے تھے۔ اور کُجا پھسلتے پھسلتے یہاں تک پہونچ گئے ہیں۔ کہ اجتماعی سول نافرمانی کو بند کر کے کانگرس کے نظام کو درہم برہم کر کے اور اپنے آشرم کی خاک اڑا کر اسی ”شیطانی حکومت“ کو آل انڈیا بہار ریلیف کمیٹی کے ۱۸ - مارچ کے اجلاس میں گاندھی جی نے باادب تعاون پیش کرنے کی درخواست کی۔ اور حد یہ ہے۔ کہ صرف ایک ممبر کی مخالفت سے قرارداد منظور ہو گئی ؛

اول تو حکومت سے تعاون کرنے کی قرارداد کا خواہ وہ مصیبت زدگان کے متعلق ہی ہو۔ گاندھی جی کا پیش کرنا حیرت انگیز ہے۔ لیکن اگر انسانی ہمدردی کے جذبہ نے انہیں اتنا ہی بے تاب کر دیا تھا۔ کہ حکومت سے تعاون کئے بغیر انہیں اس کے اظہار کی کوئی اور صورت نظر نہیں آتی تھی۔ تو پھر ”پُرادب“ تعاون کا کیا مطلب اگرچہ بعض ممبروں نے اس لفظ کو اڑا دینے کی کوشش کی۔ مگر گاندھی جی نے یہ گوارا نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس طرح وہ ان بے ادبیوں کی تلافی کرنا چاہتے ہیں۔ جو عدم تعاون کے ایام میں ان سے سرزد ہوئیں۔ اور حکومت کو یقین دلانا چاہتے ہیں۔ کہ وہ نہ صرف عدم تعاون سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ بلکہ تعاون کے لئے تیار ہیں تعاون بھی وہ جو پُرادب ہو ؛

یہ اس تحریک کا انجام ہے جسے گاندھی جی کی انوکھی ایجاد کہا جاتا۔ اور جسے کامیابی کا واحد ذریعہ سمجھا جاتا تھا ؛

مسلمانان ریاست جموں پر بے جا الزام

مسلمانان ریاست جموں پر یوں ہی ریاست انتہائی تشدد کر رہی ہے۔ بیدردی کے بعد اب غریب اور مفلوک الحال مسلمانوں کو بھاری جرمانوں کی سزائیں دے کر ان کا مال و اسباب ضبط کرنے میں مصروف ہے۔ لیکن ہندوؤں کے دلوں میں ابھی تک ٹھنڈک نہیں پڑی۔ اور وہ چاہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو بالکل کچل کر رکھ دیا جائے۔ اس کے لئے وہ آئے دن کوئی نہ کوئی الزام مسلمانوں پر لگا کر انہیں کشتنی اور گردن زدنی قرار دیتے رہتے ہیں۔ اب ہندو اخبارات میں یہ لکھا جا رہا ہے۔ کہ ” پُرامن سول نافرمانی کی بجائے جموں میں شورش پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس کا آغاز مہاراجہ بہادر۔ مہاراجکمار۔ مہارانی صاحبہ اور ہندوؤں کے خلاف گستاخانہ فقرے استعمال کرنے سے کیا گیا ہے“؛

حالانکہ مسلمانوں نے انتہائی طور پر اشتعال دلائے جانے اور ہر قسم کے تشدد کا نشانہ بنائے جانے کے باوجود مہاراجہ بہادر اور ان کے خاندان سے قدم قدم پر اپنی وفاداری اور اخلاص کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ موجودہ سرگرمیوں کے دوران میں جب راجکمار کے جنم دن کی تقریب آئی۔ تو مسلمانوں نے اس دن اپنی تمام سرگرمیاں بند کر کے مہاراجہ بہادر کو مبارکباد کے تار بھیجے۔ ان حالات میں ہندو اخبارات مسلمانوں پر جو الزام لگا رہے ہیں۔ ان میں حقیقت کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا۔ اور ریاست کو اس قسم کے الزامات کی بنا پر مسلمانوں کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرنی چاہیئے ؛

سالکین میں نام دینے والوں کو چند ضروری اور اہم ہدایات

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۳ مارچ ۳۴ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔
میں نے امسال

جلسہ سالانہ کی تقریر

میں سالکین کی جماعت کے متعلق اعلان کیا تھا۔ دنیا میں انسان کی اصلاح دو طرح سے ہوسکتی ہے۔ ایک فوری اصلاح جو

ایمان کے ذریعہ

ہوجاتی ہے۔ اور ایک آہستگی سے جس کے لئے

مجاہدہ کی ضرورت

ہوتی ہے۔ بعض دفعہ ایمان اپنے اندر اس قدر طاقت رکھتا۔ اور اس قدر شدید ہوتا ہے۔ کہ انسانی اعمال کی اصلاح صرف اسی سے ہوجاتی ہے۔ یہ ایمان بھی آگے دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو باہر سے آتا ہے۔ اور ایک وہ جو اندر سے پیدا ہوتا ہے۔ جو ایمان باہر سے آتا ہے۔ اس کا موجب

دلائل معجزات اور مشاہدات

ہوتے ہیں۔ لیکن جو اندر سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے موجبات بہت باریک ہوتے ہیں۔ یہ موقعہ نہیں۔ کہ ان کی تفصیلات بیان کرسکوں اس ایمان کو

محبت الٰہی

کہتے ہیں۔ اور یہ انبیاء ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ یعنی پیشتر اس کے کہ ان پر دلائل نازل ہوں۔ الہام پائیں۔ اور مشاہدات سے تقویت حاصل کریں

ماں کے پیٹ سے

پیدا ہونے کے ساتھ ہی ان کے دل میں ایسی محبت الٰہی ہوتی ہے۔ جو نفس کی اصلاح خود بخود ہی کر دیتی ہے۔ اور مشاہدات و معجزات سے وہ صرف ترقی حاصل کرتے ہیں یا اندرونی ایمان ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات خصوصاً انبیاء کی صورت میں یہ شکم مادر سے ہی انسان کے ساتھ آتا ہے۔ پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ایمان کبھی باہر سے بھی آتا ہے۔ اور دلائل و مشاہدات اور معجزات اس کا موجب ہوتے ہیں اس وقت بھی اس کے ذریعہ ایسی اصلاح ہوتی ہے۔ کہ انسانی مجاہدات کے بغیر ہی اپنے

عیوب پر غالب

آجاتا ہے۔ جیسا کہ میں نے کئی دفعہ ذکر کیا ہے۔ ایک بزرگ کے متعلق آتا ہے۔ کہ پہلے وہ ڈاکے ڈالا کرتے تھے۔ وہ ہارون رشید کے زمانہ میں گذرے ہیں۔ ایک دفعہ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ وہ کسی قافلہ کے انتظار میں کسی ایسی جگہ چھپ کر بیٹھے تھے۔ کہ گذرے۔ تو لوٹ لیں۔ اتنے میں ایک قافلہ ادھر سے گذرا جس میں کوئی شخص خوش الحانی سے

الم یان للذین اٰمنوا

ان تخشع قلوبھم بذکر اللہ پڑھ رہا تھا۔ اسے معلوم بھی نہ تھا۔ کہ کوئی شخص سن رہا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا۔ کہ مومنوں کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جائیں۔ اور ان کے اندر انابت پیدا ہو۔ اس آواز کا کان میں پڑنا تھا۔ کہ اس ڈاکو کی حالت بدل گئی۔ اور اس پر ایسی

پاکیزگی کی حالت

طاری ہوگئی۔ کہ رقت کے مارے برا حال ہوگیا۔ وہ فوراً وہاں سے چلے۔ اور جن جن لوگوں کا مال لوٹا تھا۔ ان کے پتے دریافت کرکرکے انہیں لوٹا دیا۔ اور باقی خیرات کر دیا۔ ان کے

استغنار کا یہ عالم

تھا۔ کہ مکہ میں جا رہے تھے۔ ہارون رشید نے جو ایسے زمانہ میں تھا۔ کہ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قریب تھا۔ یعنے ابھی پوری دو صدیاں بھی نہیں گذری تھیں۔ اس لئے اس وقت

بڑے بڑے علماء

موجود تھے۔ اور بعض ایسے بزرگ بھی تھے۔ جن کا نام تاریخی طور پر اسلام میں زندہ رہے گا۔ اس نے اپنے وزیر جعفر سے کہا۔ کہ مجھے کسی بزرگ سے ملاؤ۔ تا میرے

دل کی صفائی

ہو۔ اس نے کئی بزرگوں سے ملاقات کرائی۔ مگر ہر بار وہ یہی کہتا۔ کہ صفائی نہیں ہوئی۔ آخر وہ حج کے لئے مکہ آئے۔ تو جعفر نے کہا۔ کہ چلو فضیل کے پاس چلیں۔ یہ ان کے مکان پر گئے۔ اور جا کر دستک دی۔ ان کا کوئی عزیز یا خادم آیا۔ اور دریافت کیا۔ کہ کیا کام ہے۔ جعفر نے بتایا۔ کہ ہارون رشید ملنے آئے ہیں۔ انہوں نے کہلا بھیجا۔ کہ بادشاہ کو مجھ سے کیا کام ہوسکتا ہے۔ میرا مقام اور ہے اور ان کا اور۔ جعفر نے بہ الحاح کہا۔ کہ ضرور ملاقات کی اجازت دی جائے۔ اور جب کچھ اثر نہ ہوا۔ تو کہا۔ کہ ہارون رشید

امیر المومنین کی حیثیت سے

حکم دیتے ہیں۔ اس پر انہوں نے اجازت دے دی۔ جب ملاقات ہوئی تو ہارون رشید نے کہا مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ آپ نے چند نصائح کیں۔ جن سے اس پر بہت رقت طاری ہوئی۔ جاتے وقت اس نے کچھ روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر آپ نے کہا۔ کہ یہ روپیہ کوئی تمہارے باپ کا تو ہے نہیں۔ تمہاری کمائی کا نہیں۔ تمہارا ذاتی نہیں

بیت المال کا روپیہ

ہے۔ اور تمہارے سپرد اس لئے کیا گیا ہے۔ کہ غرباء اور حاجتمندوں پر خرچ کرو۔ کیا ان تمام نصیحتوں کا جو میں نے تمہیں کی ہیں تم پر یہی اثر ہوا ہے کہ میرے ہی سامنے اور مجھ پر ہی اس کی خلاف ورزی کرنے لگے۔ پھر بھی جب اس نے بہت اصرار کیا۔ تو پھر آپ نے کہا۔ کہ اول تو مجھے کوئی ضرورت ہی نہیں۔ لیکن اگر ہو بھی تو تمہیں حق ہی کیا ہے۔ کہ مجھے دو یہ بیت المال کا روپیہ ہے۔ اور

غریبوں کے لئے

ہے۔ اس ملاقات کا ساری عمر ہارون رشید پر اثر رہا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ایک ہی شخص ہے۔ جسے مل کر معلوم ہوا۔ کہ انسان ایک ایسے مقام پر بھی پہنچ سکتا ہے۔ جہاں اسے بادشاہوں کی بھی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ حالانکہ وہ بزرگ پہلے ڈاکو تھے۔ اور قاتل تھے۔ یہ اصلاح باہر سے آئی۔ مگر ایک ہی دفعہ کان میں ایک آیت پڑنے سے ہوگئی پہلے سارا قرآن پڑھنے سے بھی کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ مگر جب وقت آگیا۔ تو ایک آیت سے ہی حالت بدل گئی۔ تو یہ

دو اصلاحیں

ہیں۔ جو بغیر مجاہدہ کے ہوسکتی ہیں۔ لیکن ایک اصلاح مجاہدہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اس کے لئے بعض دفعہ سارے اعمال میں

مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ کسی ایک ہی میں۔ ایک شخص نے

فلسفیانہ طبیعت

پائی ہے۔ اور وہ ہر بات میں یہی کہتا ہے۔ کہ میری عقل کو تسلی دو۔ ایسے شخص کے لئے ہر قدم پر مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ایسی اصلاح کا محتاج انسان اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے۔ اور خیال کرے۔ کہ میں ایمان تو لے آیا ہوں۔ اب خود ہی اصلاح ہو جائیگی تو یہ اس کی غلطی ہوگی۔ اگر محض ایمان لانے سے اس کی اصلاح ہو سکتی۔ تو پہلے دن ہی ہو جاتی۔ اب تو اسے

مجاہدہ کی ضرورت

ہے۔ اس لئے میں نے تجویز کیا تھا۔ کہ جو لوگ یہ تڑپ اپنے اندر رکھتے ہوں۔ کہ اپنی بھی اصلاح کریں۔ اور جماعت کے دوسرے دوستوں کی بھی۔ وہ اپنے نام پیش کریں۔ تا وہ میری ہدایات کے ماتحت وقتاً فوقتاً اصلاح کی طرف قدم اٹھاتے رہیں۔ اور

ایسا اعلےٰ نمونہ

دکھائیں۔ کہ دشمن بھی بے اختیار کہہ اٹھے۔ کہ واقعی ان پر ہر رنگ میں اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ خواہ ان کے پاس روپیہ امانت رکھو۔ خواہ انہیں ثالث بناؤ۔ یا کسی اور طریق سے ان پر اعتماد کرو۔

اس کے متعلق بہت سے دوستوں نے اپنے نام دیئے ہیں جو اخبار الفضل میں چھاپ دیئے گئے ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اخبار والوں کو یہ غلطی لگی ہے۔ کہ گویا وہ نام منظور کر لئے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں۔ صرف نام لکھے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ میں اس کے لئے قواعد تجویز کر رہا ہوں۔ لیکن اب اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں ڈالا ہے۔ کہ ابھی اس کو

کوئی معین صورت

نہیں دینی چاہیئے۔ میں ایک سال تک خطبوں کے ذریعہ اس مضمون کو احباب کے سامنے لاتا رہوں گا۔ اس کے بعد دیکھوں گا۔ کہ کتنے لوگوں نے

اصلاح کیلئے حقیقی جدوجہد

کی ہے۔ اور پھر جن کے متعلق دیکھوں گا۔ کہ انہوں نے صحیح معنوں میں اصلاح کی کوشش کی ہے۔ انہیں منتخب کر لوں گا۔ اور باقی کو چھوڑ دوں گا۔ پس ابھی یہ نام لکھے جا رہے ہیں۔ جو قبول نہیں ہوئے قبول اس وقت ہوں گے۔ جب

سال بھر کے بعد

دیکھوں گا۔ کہ نام دینے والوں نے اپنی یا احباب جماعت کی اصلاح میں کتنی کوشش کی ہے۔ ایسے نام دینے والوں میں بعض نمائشی ہوتے ہیں۔ وہ صرف اس لئے نام لکھوا دیتے ہیں۔ کہ اخبار میں شائع ہو جائیگا اور لوگ سمجھیں گے۔ کہ یہ بھی شامل ہیں۔ ایسے بھی دو چار درجن لوگ ہماری جماعت میں ہیں۔ کوئی تحریک ہو جھٹ نام لکھوا دیں گے۔ مگر کرتے کراتے کچھ بھی نہیں۔ اور اس تحریک میں نام لکھانے والوں میں بھی کچھ ایسے ہوں گے۔ پھر کچھ ایسے ہوں گے۔ جو اس

کام کی اہمیت

کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ وہ اگرچہ نیک نیتی سے نام لکھاتے ہیں مگر ان کی دماغی قابلیت یا میلان طبع اس کے قابل نہیں۔ پس میں سال بھر کے تجربہ کے بعد اندازہ کروں گا۔ کہ کون اس کے اہل ہیں جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے۔ کہ دوست مجھے اپنے کاموں اور کوششوں کے نتائج سے آگاہ کرتے رہا کریں۔ اس کے بعد جب میں دیکھ لوں گا۔ کہ کن لوگوں میں اس

کام کی اہلیت

ہے۔ پھر انہیں موقعہ دوں گا۔ کہ زیادہ منظم صورت میں اور باہم تعاون کے ساتھ جماعت کی اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں۔ فی الحال آج میں سورۂ فاتحہ میں سے ایک مضمون جو سالک کے مسلک کو ظاہر کرتا ہے۔ بیان کر دیتا ہوں۔ اس سورہ میں

اللہ تعالےٰ کی چار صفات

بیان کی گئی ہیں۔ رب العالمین۔ رحمان۔ رحیم اور مالک یوم الدین دوسری جگہ اللہ تعالےٰ نے اپنے عرش کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ کہ اسے ایسے وجود اٹھائے ہوئے ہیں جو

صفات الٰہیہ کے حامل

ہوتے ہیں۔ اور اس دنیا میں دراصل صفات الٰہی کے چار حامل ہیں۔ اور اگلے جہان میں جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ آٹھ ہوں گے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ عرش

صفات تنزیہیہ کا نام

ہے۔ اور چونکہ صفات تشبیہیہ ان کے تابع ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ ان کی حامل ہوتی ہیں۔ صفات تشبیہیہ سے صفات تنزیہیہ کا ظہور ہوتا ہے ورنہ دنیا سے ان کا تعلق نہیں۔ اللہ تعالےٰ کی

صفت رب العالمین

ہے۔ مگر اس صفت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ کوئی مخلوق ہو۔ اسی طرح اس کی ایک صفت رحمانیت ہے۔ وہ بھی چاہتی ہے۔ کہ کوئی مخلوق ہو۔ صفت رحیمیت بدلہ چاہتی ہے۔ اور وہ بھی اس وقت تک نہیں دیا جا سکتا جب تک مخلوق نہ ہو۔ مالک یوم الدین بھی مخلوق کی متقاضی ہے۔ کیونکہ جب تک نیک و بد انسان نہ ہوں۔ اس صفت کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ گویا یہ

چاروں صفات

مخلوق سے تعلق رکھتی ہیں۔ صفات تنزیہیہ کی کنہ کو انسان نہیں پہنچ سکتا۔ ان کا ظہور صفات تشبیہیہ سے ہی ہوتا ہے۔ جو ان کی تابع ہیں۔ ان دونوں کا باہم کیا تعلق ہے۔ یہ بات

بندہ کے علم سے بالا

ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ ثم استویٰ علی العرش یعنے بندہ کو کام پر لگا کر اللہ تعالےٰ پھر صفات تنزیہیہ کی طرف چلا جاتا ہے۔ وہ صفات تشبیہیہ جن پر عرش قائم ہے۔ وہ گویا

چار پائے

ہیں۔ جن کے واسطہ سے صفات تنزیہیہ کا ظہور مخلوق پر ہوتا ہے۔ جیسے تخت کا واسطہ زمین سے پاؤں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اصل چیز اوپر ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی صفات اور بندے کے درمیان یہ بطور واسطہ ہیں۔ جس طرح پایہ کے ذریعہ تخت کے اوپر جا سکتے ہیں اسی طرح ان صفات کے ذریعہ انسان ترقی کر سکتا ہے۔ جب انسان اپنے اندر یہ صفات پیدا کرتا ہے۔ تو اگرچہ ان کی کنہ کو اس جہان میں پہنچنا تو ناممکن ہے۔ اگلے جہان کا علم خدا کو ہے۔ مگر ان سے مس ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔ جس طرح آگ کے پاس جو بیٹھے۔ وہ گو آگ کی طرح روشن نہ ہو۔ مگر اس کی گرمی اسے ضرور پہنچے گی۔ ایسا شخص

صفات تنزیہیہ کا عکس

اپنے اندر ضرور پاتا ہے۔

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالےٰ نے

سالک کے لئے ضروری کام

بیان فرمائے ہیں پہلے فرمایا رب العالمین وہ اپنے کو داروغہ سمجھے مگر داروغہ سزا کا نہیں۔ بلکہ پرورش کا۔ یہ نہیں۔ کہ جس کسی کے پاس سے گذرے اسے ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگ جائے۔ کہ ایسا کیوں کرتے ہو۔ ویسا کیوں نہیں کرتے ہو۔ بلکہ ایسا داروغہ جو دوسرے کی تکالیف کو دیکھ کر انہیں دور کرنے کا اپنے آپ کو ذمہ وار سمجھے

رب العالمین کا تعلق

ربوبیت کے ساتھ ہے۔ اس لئے وہ داروغہ بنے۔ مگر ربوبیت کے لحاظ سے یا پھر باپ بنے۔ اور ہر ایک کی پرورش اور ترقی کے لئے کوشش کرے۔ دوسری چیز رحمانیت ہے بعض لوگ رب العالمین اور رحمانیت کو

ایک ہی چیز

سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دونوں میں بہت فرق ہے۔ بظاہر تو بے شک ربوبیت میں ہی رحمانیت آجاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو آنکھیں دیں۔ کان دیئے۔ ہاتھ پیر دیئے۔ کھانے کے لئے غلے اور پھل وغیرہ دیئے۔ یہ رحمانیت ہے۔ لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر یہ رحمانیت ہے۔ تو رب العالمین وہ کیسے ہوا۔ جو چیزیں رحمانیت کے ماتحت بیان کی جاتی ہیں۔ وہ دراصل ساری کی ساری رب العالمین کے تحت میں آجاتی ہیں۔ اور اس طرح بظاہر دونوں ایک ہی چیزیں نظر آتی ہیں۔ لیکن اصل بات یہ نہیں۔ گو بظاہر

تشابہ تام

ہے۔ لیکن اختلاف بھی نمایاں ہے۔ جسے نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے ممتاز نہیں کر سکتے اللہ تعالےٰ نے

رحمانیت کو رحیمیت کے ساتھ

اکٹھا کیا ہے۔ پہلی اور پچھلی صفات کو یعنی رب العلمین اور مالک یوم الدین کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔ مگر رحمٰن اور رحیم کو اکٹھا اور قرآن کریم سے پتہ لگتا ہے۔ کہ رحمانیت اس دنیا سے تعلق رکھتی ہے۔ اور رحیمیت کا اصل مقام اگلا جہان ہے۔ اور یہہ کہ رحمانیت

کلام الٰہی سے وابستہ

ہے۔ جیسا کہ آتا ہے۔ الرحمٰن علّم القرآن۔ یعنی رحمٰن وہ ہے جس نے قرآن سکھایا۔ پھر یہ بھی پتہ لگتا ہے۔ کہ اس کا تعلق عرش سے ہے۔ رحمانیت در اصل ربوبیت کے اس مقام پر پہنچکر پیدا ہوتی ہے۔ جس وقت اس کے نتیجہ میں رحیمیت پیدا ہو۔ ماں باپ بچہ کو بغیر کسی خیال کے پرورش کرتے ہیں۔ کسی ماں کو جیسی چاہو قسم دیکر پوچھ لو۔ کہ بچہ کو کیوں دودھ پلاتی ہو۔ قطعاً

کوئی نیک یا بد خیال

اس کے دل میں نہیں ہوتا۔ یہ ربوبیت ہے جس وقت طبعی تقاضوں سے پرورش کی جائے۔ وہ ربوبیت ہوتی ہے۔ لیکن رحمانیت اس احسان کو کہتے ہیں۔ جس کی غرض یہ ہو۔ کہ فلاں بڑا ہوکر ایسے

اعلیٰ اور نیک کام

کرے۔ جن کے نتیجہ میں رحیمیت پیدا ہو۔ ایک شخص کسی بھوکے یا مصیبت زدہ کو روٹی دیتا ہے۔ یہ ربوبیت ہے۔ مگر دوسرا ایک بچے کو پالتا ہے۔ اس خیال سے کہ اسے قرآن کریم حفظ کرائے۔ اور اس قابل بنادے کہ وہ

دین کی خدمت

کرسکے۔ یہ رحمانیت ہے۔ مگر بچوں۔ ماں باپ۔ بھائیوں۔ رشتہ داروں یا دوسرے لوگوں سے

رافت اور ہمدردی کا سلوک

ربوبیت ہے۔ بچہ کو پالنا بے شک ربوبیت ہے۔ مگر جب بچہ جوان ہو جائے اور اس قابل ہو۔ کہ ذاتی اور انفرادی لحاظ سے کام کرسکے۔ اس وقت اسے خادم دین بنانے کے لئے کچھ خرچ کرنا رحمانیت میں داخل ہوگا۔ مثلاً ایک بچہ جوان ہوتا ہے۔ اور والدین اسے جہاد کے لئے گھوڑا یا تلوار یا اور سامان لے کر دیتے ہیں۔ یہ رحمانیت ہے۔ تاریخ اسلام سے

ایک عورت کا مشہور قصہ

میں نے پہلے بھی سنایا ہے۔ ایک مسلمان عورت خنساء نامی تھی۔ ایک جنگ میں مسلمانوں کے بالمقابل دشمن کثیر تعداد میں تھا۔ اور سامان بھی مسلمانوں کے پاس بہت کم تھا۔ مدینہ سے کمک منگوائی گئی تھی۔ مگر وہ بھی نہ پہنچی تھی۔ اور خیال تھا کہ اگر آج مسلمان قائم نہ رہ سکے۔ تو لازماً شکست کھا جائینگے خنساء کے چار بیٹے تھے۔ اس نے انہیں بلایا اور کہا۔ کہ دیکھو بیٹو۔ میں چھوٹی عمر میں ہی بیوہ ہوگئی تھی۔ تمہارے باپ نے میرے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔ لیکن پھر بھی میں نے ہمیشہ اس کی

عزت کی حفاظت

کی۔ اپنے قبیلہ سے پوچھ لو۔ میں نے کبھی تمہارے آباء کی عزت کو ملوث نہیں ہونے دیا۔ حالانکہ تمہارا باپ جوا باز تھا۔ اور میں اپنے بھائی سے خرچ لے کر اسے دیا کرتی تھی۔ اور اس کا مجھ پر کوئی احسان نہ تھا۔ پھر میں نے آج تک تمہاری پرورش کی۔ اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ میرا تم پر کوئی حق ہے۔ تو اس کے عوض میں میں آج تم سے قربانی چاہتی ہوں۔ جو یہ ہے۔ کہ آج میدان میں دشمن کو پیٹھ نہ دکھانا۔ اول تو فتح حاصل کرو۔ وگرنہ مارے جاؤ۔ وہ عورت بیوہ تھی۔ اور اس کی آخری عمر تھی۔ مگر کیا ہی

نیک خواہش

اس کے دل میں پیدا ہوئی۔ اس ماں نے اپنے بیٹوں کو جنگ کے لئے تیار کرنے میں جو کچھ خرچ کیا۔ وہ اسی کا مال تھا۔ اور وہ جو کچھ اس سے لے کر گئے تھے۔ وہ اس کی رحمانیت تھی۔ ربوبیت

محض شفقت و رافت

ہوتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں بعض لوگ اموال دیتے تھے۔ تاکہ جہاد کے لئے سامان خریدا جاسکے۔ اور اس طرح خدمت دین ہو۔ یہ رحمانیت تھی۔ مگر ایک روزانہ صدقہ ہے۔ جو انسان کرتا ہے۔ یہ ربوبیت ہوتی ہے۔

رحمانیت ربوبیت کے بعد

آتی ہے۔ کیونکہ چھوٹے بچے کو ہوش نہیں ہوتی۔ اس پر پہلے رب العالمین کی صفت جاری ہوتی ہے۔ اور پھر رحمانیت کی۔ یہ دو چیزیں ابتدائی کاموں سے تعلق رکھتی ہیں۔ پچھلی دو کا جواب خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اور پہلی دو چیزیں ایسی ہیں۔ جن کے بغیر سالک ترقی نہیں کرسکتا۔ اور جو کوئی منازل سلوک طے کرنا چاہے۔ اسے

یہ دونو مقام

حاصل کرنے چاہئیں۔ ایک طرف تو کسی کی تکلیف دیکھ کر اس کا دل پگھل جائے۔ اور دوسری طرف روپیہ اس طرح خرچ کرے جو رحمانیت کے ماتحت ہو۔ تبلیغ بھی

رحمانیت کے ماتحت

آتی ہے۔ کیونکہ اسکی غرض ہدایت ہے۔ اگر کوئی شخص کسی ایسے طالب علم کی امداد کرتا ہے جس میں اشاعت اسلام کی اہلیت کے آثار پائے جاتے ہوں۔ تو وہ بھی رحمانیت ہے۔ یا کوئی دین کی خدمت کرنیوالوں کی کسی نہ کسی رنگ میں امداد کرتا ہے۔ تو وہ بھی رحمانیت کا سلوک ہے۔ یا

جماعت کے چندے

ہیں۔ جو شخص اس نیت اور ارادہ سے چندہ دیتا ہے کہ دین کو تقویت حاصل ہو۔ وہ رحمانیت سے کام لیتا ہے۔ لیکن جو دوستوں ہمسایوں۔ رشتہ داروں کی تکلیف اور دکھ کے وقت ان کی مدد کرتا ہے۔ وہ رب العالمین کی صفت کے ماتحت کرتا ہے۔ غرضیکہ رحمانیت وہ سلوک ہے۔ جس کے بعد رحیمیت کا ظہور ہوتا ہے۔ لیکن جو شفقت اور رافت کے ماتحت سلوک ہوتا ہے۔ وہ ربوبیت ہوتی ہے۔ اور جو شخص سلوک کرنا چاہے۔ اس کے لئے

دونو رنگ اختیار کرنا

ضروری ہے۔ رب العالمین کی صفت کے ماتحت بھی اسے ضرور دینا چاہیئے۔ لیکن رحمانیت کے پہلو کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ مگر بہت کم لوگ ہیں۔ جو اس اثر کے ماتحت رحمانیت کا سلوک کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی اس صفت کو صحیح معنوں میں اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے دوست اگر اس رنگ میں کام کریں۔ اور اسے مدنظر رکھتے ہوئے اپنی۔ جماعت۔ قوم۔ ملک بلکہ دنیا کی اصلاح کی کوشش کریں۔ تو

نہایت اعلیٰ روحانی مدارج

حاصل ہوسکتے ہیں۔

پس میں سلوک کے لئے نام دینے والوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ رب العالمین کی صفت کے ماتحت تو کام ہوتے ہی رہتے ہیں۔ رحمانیت کی صفت کے ماتحت بھی نیکیاں کریں اور اس نیت سے کریں۔ کہ دین کو تقویت ہو۔ ان دونوں میں

نیت کا فرق

ہے۔ ربوبیت کرتے وقت صرف شفقت اور رافت مدنظر ہوتی ہے۔ مگر رحمانیت والا آیندہ پر نظر ڈالتا ہے۔ رب العلمین میں ماضی کی طرف نگاہ ہوتی ہے۔ اور یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ تکلیف دور ہو۔ لیکن رحمانیت مستقبل کی طرف لے جاتی ہے۔ اور انسان آج ایک کام اس لئے کرتا ہے۔ کہ تا کل یوں ہو۔ جیسے میں نے ماں کی مثال دی ہے شاید ہی کوئی ایسی جذبات سے عاری ماں ہو۔ جو بچہ کی اس لئے پرورش کرے۔ کہ یہ بڑا ہوکر کمائے گا۔ اور مجھے کھلائے گا۔ عام طور پر یہی جذبہ ہوتا ہے۔ کہ یہ میرا بچہ ہے۔ اور یہ ربوبیت ہے۔ لیکن جب ہم چندہ دیں۔ اور اس خیال سے دیں۔ کہ اس سے دین کو تقویت حاصل ہوگی۔ تو خواہ آگے منتظمین اس سے پوری طرح فائدہ نہ بھی اٹھائیں۔ ہمیں

بہر حال ثواب

مل جائے گا۔ اور وہ چندہ بہت زیادہ وقیع ہوگا۔ اس چندہ سے جو بغیر کسی خیال اور ارادہ کے دیا جائے۔ یہ ایسی باتیں ہیں۔ کہ اگر انہیں اختیار کر لیا جائے۔ تو

ایک عام تغیر

جماعت میں پیدا ہو سکتا ہے۔ جس سے نفسوں کے اندر اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور ایسا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ انسان سمجھتا ہے آئندہ لوگوں کی اصلاح میرے ذمہ ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو دنیا کا مصلح قرار دے لیتا ہے۔

یہ چیز ہے جسے سلوک کے لئے مدنظر رکھنا ضروری ہے اور اگر اسے اختیار کیا جائے۔ تو تھوڑے ہی دنوں میں دلوں سے فساد بغض۔ کینہ نکل جائے۔ کیونکہ ایک شخص جو غریبوں کی خبر گیری کرتا ہے۔ آئندہ ایسے آدمی تیار کرنے کی کوشش کرتا ہے جو دنیا کا بوجھ اٹھائیں۔ وہ کیسے

کسی سے بدسلوکی

کر سکتا ہے۔ ایسا انسان ہر ایک سے رافت و محبت سے پیش آئے گا۔ اور ہر ایک کی عزت۔ مال۔ جان کو خطرہ میں دیکھ کر اس کے لئے درد محسوس کرتا۔ اور اسے دور کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ ان دونوں چیزوں کو مدنظر رکھنے سے انسان کے اندر ایک تبدیلی ہو جائے گی۔ اور پھر وہ کام جنہیں کرنے کے لئے اسے پہلے زور دینا پڑتا تھا۔ خود بخود اس سے ہونے لگیں گے۔

پس میں

احباب جماعت کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ اپنے اعمال میں ان باتوں کو مدنظر رکھیں آئندہ بھی وقتاً فوقتاً میں ایسے مضامین بیان کرتا رہوں گا۔ جو سلوک کے لئے ضروری ہوں پھر

سال بھر کے بعد

لوگوں کی رپورٹوں سے۔ گفتگوؤں سے۔ اور ملاقاتوں سے۔ یہ دیکھ کر کہ کون کس طرح کام کر رہا ہے سنجیدگی اور شوق سے کام کرنیوالوں کو باقاعدہ کام کرنے کے لئے چن لوں گا۔ اور جن کو اس کا اہل نہ پاؤں گا۔ ان سے معذرت کرتے ہوئے یہ کہہ دوں گا۔ کہ آپ اس تحریک میں شامل نہیں ہو سکتے۔

قطعہ

شوقِ نظارہ میں۔ گر کھوے۔ تو پھر کرنا نہ بند
یہ سبق دیتی ہے۔ تیری آنکھ کو۔ نرگس کی آنکھ
چاہیئے چشم بصیرت وا رہے۔ انسان کی
تیز تر ورنہ۔ بصارت میں تو ہے۔ نرگس کی آنکھ

(ملک مولا بخش کلرک آف کورٹ رخصتی)

سالکین کی تحریک میں نام پیش کرنے والوں کی فہرست

اس سے قبل جن احباب کے نام درج رجسٹر سالکین کئے جا چکے تھے وہ شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد جو نام درج ہوئے ہیں۔ وہ احباب کی اطلاع کے لئے شائع کئے جاتے ہیں۔ اس کے متعلق یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے۔ کہ تمام نام صرف درج رجسٹر ہی ہو رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے ان کی منظوری کے متعلق فیصلہ نہیں فرمایا۔

(پرائیویٹ سکرٹری)

(۵۵) چوہدری فضل احمد صاحب۔ اے۔ ڈی۔ آئی۔ آف سکولز آف گوجرات

(۵۶) مولوی محمد عبد اللہ صاحب اعجاز مولوی فاضل قادیان

(۵۷) مولوی غلام رسول صاحب پنڈ دادنخان جہلم

(۵۸) حنیف احمد صاحب کپورتھلوی محلہ دار الفضل قادیان

(۵۹) محمد دین صاحب پنشنر ننکانہ صاحب شیخوپورہ

(۶۰) ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ننکانہ صاحب

(۶۱) چوہدری غلام محمد صاحب پوپا مہاداں

(۶۲) حفیظ الرحمن صاحب سکرٹری تبلیغ سنور پٹیالہ

(۶۳) شمس الدین صاحب پولیٹیکل کلرک لنڈی کوتل

(۶۴) غلام رسول صاحب چک ۹۹ شمالی سرگودہا

(۶۵) منشی عبد السمیع صاحب کپورتھلوی

(۶۶) محمد شفیع صاحب شیڈ کلرک نوشہرہ چھاؤنی

(۶۷) ماسٹر نذیر احمد صاحب برق قادیان

(۶۸) ملک عزیز احمد صاحب بنوں

(۶۹) بابو محمد سعید صاحب سکرٹری بال راولپنڈی

(۷۰) چوہدری علی احمد صاحب ریلوے سٹیشن لائل پور

(۷۱) شیخ محمد یوسف صاحب سوداگر چرم لائل پور

(۷۲) حاجی اللہ بخش صاحب چندر کے منگولے سیالکوٹ

(۷۳) سید ظہور احمد شاہ صاحب ڈنگہ گوجرات

(۷۴) عبد الرحمن صاحب شیرانوالہ دروازہ لاہور

(۷۵) اقبال محمد خان صاحب اجمیر راجپوتانہ

(۷۶) مختار احمد صاحب ایاز کرکی

(۷۷) محمد شریف صاحب محکمہ تعلیم نئی دہلی۔

(۷۸) اکبر علی صاحب سدو کی گجرات

(۷۹) مرزا احمد بیگ صاحب انکم ٹیکس افسر گوجرات

(۸۰) چوہدری عبد الرحیم صاحب سرنگ لاہور

(۸۱) مولوی محمد تقی صاحب محلہ دار الرحمت۔ قادیان

(۸۲) بابو غلام محمد صاحب اختر لاہور

(۸۳) بابو احمد جان صاحب کوئٹہ

(۸۴) مرزا ظہیر الدین صاحب طالب قادیان

(۸۵) غلام نبی صاحب نوشہرہ ننگے زئیاں سیالکوٹ

(۸۶) محمد علی صاحب انور ٹانا کندی بنگال

(۸۷) مولوی عبد الرحمن صاحب انور بوتالوی

(۸۸) بابا حسن محمد صاحب قادیان والد مولوی رحمت علی صاحب مبلغ

(۸۹) عبد الرحمن صاحب لاہور

(۹۰) رشید احمد صاحب ماہل پور۔ ہوشیارپور

(۹۱) محمد ثناء اللہ صاحب اندور

(۹۲) محمد بخش صاحب تار بابو بنگلہ اوپی سرگودہا

(۹۳) محمد علی صاحب عباسی سکھر

(۹۴) حکم الدین صاحب براپور بنگال

(۹۵) علی محمد صاحب چھاؤنی لاہور

(۹۶) مولوی عبد الرحیم صاحب درد امام مسجد لنڈن

(۹۷) فضل احمد صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خان

(۹۸) صوفی غلام محمد صاحب (سابق مبلغ ماریشس) قادیان۔

(۹۹) ڈاکٹر بدر الدین صاحب پنگاڈی افریقہ

(۱۰۰) محمد حبیب علی خان صاحب سنگری کولریز دکن

(۱۰۱) محمد اکبر صاحب ترن تارن امرتسر

(۱۰۲) ڈاکٹر محمد شاہ نواز صاحب زنجبار افریقہ

(۱۰۳) چوہدری عبد اللہ خان صاحب ایگزیکٹو افسر قصور

(۱۰۴) مرزا محمد صدیق صاحب سینیٹری انسپکٹر قصور

(۱۰۵) مولوی رحمت اللہ صاحب لائبریرین احمدیہ لائبریری قصور

(۱۰۶) مولوی عبد القادر صاحب قصور

(۱۰۷) مرزا سلطان بیگ صاحب قصور

(۱۰۸) چوہدری ابوالہاشم صاحب ڈھاکہ بنگال

(۱۰۹) محمد عبد السلام صاحب 〃

(۱۱۰) اے۔ این۔ ایم۔ بہاء الحق صاحب ڈھاکہ بنگال

(۱۱۱) نیاز الرحمن صاحب ڈھاکہ بنگال

(۱۱۲) مرزا محمد حسین صاحب کلرک آرسنل راولپنڈی

(۱۱۳) ڈاکٹر عبد الکریم صاحب متھرا

(۱۱۴) محمد شجاعت علی صاحب ناسک

(۱۱۵) ماسٹر محمد بخش صاحب کاظم مدرس ہائی سکول قادیان

65

جماعت احمدیہ کے خلاف احراریوں کی فتنہ انگیزیاں

امرتسر میں نہایت اشتعال انگیز تقریریں

احراری ان دنوں جماعت احمدیہ کے خلاف فتنہ انگیزیاں کر رہے۔ اور عوام کو مشتعل کر رہے ہیں۔ اس کا کسی قدر اندازہ ان تقریروں سے کیا جا سکتا ہے۔ جو حال میں امرت سر اور پھر قادیان میں آکر کی گئیں۔ ذیل میں امرتسر کے جلسہ کی تقریروں کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔ اگلے پرچہ میں اس تقریر کا ملخص پیش کیا جائیگا۔ جو مولوی حبیب الرحمٰن صاحب نے قادیان میں کی۔ دراصل احراریوں نے ہر طرف سے مُنہ کی کھانے کے بعد اب نئے سرے سے جماعت احمدیہ کے خلاف شورش پیدا کرنی شروع کی ہے۔ تاکہ اس طرح ان کا دھندا چلتا رہے۔ اور لوگوں سے چندے وصول کر سکیں۔ لیکن عجیب بات ہے۔ کہ ایک طرف تو جماعت احمدیہ کو حکومت کی خوشامدی کہا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف حکومت کی دشمن بتایا جاتا ہے۔ احراری مقصد برآری کے لئے جو چاہیں کہیں۔ کون انکی زبان پکڑ سکتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ جب وہ خود اپنے آپ کو موجودہ حکومت کے دشمن قرار دیتے۔ اور اس پر فخر کا اظہار کرتے اسے اپنا بہت بڑا کارنامہ بتاتے ہیں تو انسانی عقل وفکر میں یہ بات آ سکتی ہے۔ کہ گورنمنٹ کو اس کے دشمنوں کا پتہ احراری باوجود دشمن ہونے کے بتا رہے ہیں۔ اگر ہم گورنمنٹ کے دشمن ہوتے۔ تو احراری نہ صرف حکومت کو ہماری دشمنی کی اس رنگ میں اطلاع نہ دیتے۔ بلکہ ہمارے خلاف کسی قسم کی فتنہ انگیزی بھی نہ کرتے۔ ان کی شرارت کا سب سے بڑا باعث ہی یہ ہے۔ کہ وہ حکومت کے خلاف جو کچھ کرتے ہیں اس میں ہمیں سدراہ پاتے ہیں۔ اور یہی ایک چیز ہے۔ جسے عوام کو مشتعل کرنے کے لئے آجکل سب سے زیادہ موثر سمجھا جاتا ہے۔

بہرحال ان لوگوں نے امرتسر میں ۲۰ مارچ کو تقریریں کرتے ہوئے جو کچھ کہا۔ اس کا نہایت فحش اور گندا حصہ نظر انداز کرتے ہوئے بعض باتیں درج کی جاتی ہیں۔ تاکہ حکومت ان کی شرارتوں کا سدباب کرنے کی طرف متوجہ ہو سکے۔

ہمارا خاص نامہ نگار مقیم امرتسر لکھتا ہے:۔

۲۰ مارچ بعد نماز مغرب مسجد خیر الدین میں ایک جلسہ کیا گیا۔ جس میں حسب ذیل کارروائی عمل میں لائی گئی۔

مولوی بہاؤ الحق قاسمی کی تقریر

قاسمی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا

احمدی پکے کافر ہیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں (۱) آیت قرآن وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ پر ان کا ایمان نہیں۔ کیونکہ یہ اس سے اجرائے وحی کا استدلال کرتے ہیں (۲) منکر جہاد ہیں۔

احمدی منافق ہیں۔ جنگ بدر کے بعد منافقت ختم نہیں ہوئی۔ احمدی گورنمنٹ کے ساتھ منافقت کرتے ہیں۔ جب گورنمنٹ ہم سے (غیر احمدیوں) سے ڈر کر ان کی حمایت چھوڑ دیگی۔ تو یہ گورنمنٹ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دینگے۔ ہمارے آدمی قید کرا کر انہوں نے اپنا وقار کھو دیا ہے۔ ہم جیلوں میں جائینگے۔ مگر امرت سر کی سنگلاخ زمین میں مرزائیت کا پودا نہیں بڑھنے دینگے۔ اور نہ ہی بیج پڑنے دینگے۔ مسلمانو! ان کو پاش پاش کر دو۔ گو اسلام اجازت نہیں دیتا۔ مگر ان کو کچلنے کی انتہائی کوشش کرو۔

چوہدری عبدالعزیز کی تقریر

چوہدری عبدالعزیز کپور تھلہ والے نے کہا۔

حاضرین مجھ سے اگر آپ کانگرس۔ تحریک کشمیر اور کپورتھلہ کے حالات سُنتے تو بہتر تھا مگر آپ کے حکم کی تعمیل میں کچھ عرض کرتا ہوں۔ مَیں مرزائیوں کو اس وجہ سے کافر جانتا ہوں کہ یہ رسولِ کریم کی رسالت کے منکر ہیں۔ اور اولی الامر منکم سے مراد انگریز لیتے ہیں۔ مجھے ۸ سال کی عمر میں مرزا صاحب کی بیعت کرائی گئی۔ پھر دسویں جماعت پاس کرنے کے لئے قادیان کے سکول میں داخل کرایا گیا مگر وہاں کی آب وہوا میرے موافق نہ آئی۔ اور واپس آگیا۔ اس وقت مولوی نور الدین جنہیں یہ خلیفہ اوّل کہتے ہیں کا زمانہ تھا۔ مرزا محمود احمد کے خلاف الزامات لگائے گئے۔ مگر کوئی تحقیقات نہ ہوئی۔ میں نے وہاں انتہائی بداخلاقی کا نمونہ دیکھا اخلاقی معیار وہاں بہت گرا ہوا تھا۔ ان واقعات نے میری طبیعت کو مرزائیت سے متنفر کر دیا۔ ایسی باتوں کے متعلق مولوی عبدالکریم (مستری) آپ کی معلومات میں زیادہ اضافہ کرینگے۔

مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی تقریر

مولوی صاحب نے کہا۔

میں احمدیوں کو کافر مانتا ہوں۔ مگر میری وجوہات اور ہیں اور آپ کی اور۔ میں اس لئے ان کو کافر نہیں مانتا۔ کہ یہ انگریزوں کو اولوالامر منکم مانتے ہیں۔ یا جہاد کے منکر ہیں۔ یا قرآن کے منکر ہیں۔ یا مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ میری اور وجوہات ہیں۔ جو میں آگے چل کر بیان کروں گا۔ میں نے مولویوں کے فتاویٰ کفر پڑھے ہیں۔ انہوں نے گھبرا کر اور احمدیوں سے مرعوب ہو کر ایسے فتوے دیئے۔ یہ مولویوں کی کمزوری ہے۔ اگر آج یہ انگریزوں کے خلاف جنگ کریں یا جہاد کریں اور ختم نبوت مانیں تو کیا تم ان کو مسلمان مان لوگے ہرگز نہیں۔ اسی لئے میں کہتا ہوں۔ کہ ان کے کفر کی اور ہی وجوہات ہیں انگریزوں کے خلاف تو یہ ضرور ہی جنگ کریں گے جیسا کہ ان کے ارادے ہیں۔ ان کی عورتیں۔ بچے۔ بوڑھے چھوٹے اور بڑے بندوقوں اور تلواروں اور پستولوں کے لائیسنس لے رہے ہیں۔ اور مشق کر رہے ہیں۔ ان کی عورتیں نشانہ بازی کرتی ہیں۔ مرزائیوں کو معلوم ہے کہ گورنمنٹ مسلمانوں سے ڈر کر ہمارا ساتھ چھوڑ دیگی۔ اس وقت یہ لوگ فوراً میدانِ جنگ میں کود پڑیں گے۔

میرے نزدیک ان کی کفر کی یہ وجہ ہے۔

ایک اور وجہ مرزائیوں کے کفر کی یہ ہے کہ یہ محمدؐ کے تو قائل ہیں مگر رسول اللہ کے منکر۔ تمام دنیا محمد رسول اللہ کی مخالفت برتی ہوئی ہے۔ مگر صرف محمدؐ کو تو ہندو سکھ۔ عیسائی سب اچھا جانتے ہیں۔ میرے نزدیک دیانند سے بڑھ کر پادریوں سے بڑھ کر یہ لوگ محمد رسول اللہ کے دشمن ہیں۔ اِس لئے یہ پروگرام آپ کے سامنے رکھا جاتا ہے۔

(۱) ان کی سیاسی طاقت کو ملیا میٹ کر دو۔ جیسا کہ انگریز نے ہماری سیاسی طاقت کو کمزور کیا ہے۔ قرآن ہمارے پاس ہے مگر قرآن کی سیاسی طاقت ہم سے چھین لی گئی ہے۔ زانی۔ چور شرابی کو آج ہم قرآنی سزا نہیں دے سکتے۔ انگریز یہ نہیں کہتے۔ کہ ڈاڑھیاں منڈاؤ یا بُرے کام کرو۔ یہ ہم ان کی دیکھا دیکھی کرتے ہیں۔ انگریزوں نے قرآن ہمارے پاؤں میں اور تعزیرات ہند ہمارے سروں پر رکھ دی ہے۔

احمدی اپنی سیاسی طاقت کو بڑھا کر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری اور گورنمنٹ کی سیاسی طاقت کو یہ آہستہ آہستہ چھین رہے ہیں۔ گورنمنٹ بے وقوف ہے اسے سمجھ نہیں آتی۔ ہم نے ان کی طاقت کو دبانا اور سیاسی قوت کو تباہ کرنا ہے۔ جب ہم

کوئی جلسہ کرتے ہیں۔ تو یہ گورنمنٹ کو کہہ دیتے ہیں۔ کہ کیا پرواہ ہے چند بازاری لونڈوں نے شور ڈال رکھا ہے۔ اس لئے میونسپل کمشنروں۔ مجسٹریٹوں کو اپنے جلسوں میں بلاکر احمدیوں کے خلاف ریزولیوشنز پاس کراؤ۔ تاکہ گورنمنٹ پر اثر ہو۔ ہماری کوششوں کا یہ ثبوت ہے۔ کہ چوہدری ظفراللہ کو ہم نے ایسی چپت رسید کی ہے۔ کہ اب وہ ججی کیلئے رو رہا ہے۔ کیونکہ اب ججی کے لئے بھی اس کا نام نہیں لیا جاتا اس لئے میونسپل کمیٹیوں۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں کونسل اور اسمبلی میں ان کا کوئی نمائندہ نہ بھیجو اور نہ ہی ان کو ووٹ دو۔

پھر تبلیغ ان کی طرح کرو۔ مجھے ایک مولوی نے بتایا کہ میرے درس میں آکر ایک مرزائی نے مجھے تبلیغ کی۔ میں نے اس مولوی کو کہا کہ ڈوب مرو۔ وہ تو کفر کی اشاعت تمہارے درسوں میں آکر کریں۔ اور تم حق کو چھپاؤ۔ میں اس احمدی کی جرأت پر بہت خوش ہوا۔ تم مرزائیوں کو دعوتیں دے کر تبلیغ کرو۔ ہم نے ایک سال کے لئے عہد کر لیا ہے۔ کہ نہ چماروں کو نہ ہندوؤں اور سکھوں کو نہ عیسائیوں کو تبلیغ کریں گے۔ اور نہ ان کے پاس جائیں گے۔ صرف استیصال مرزائیت کریں گے۔ اس کام کے لئے احرار اسلام نے شعبہ تبلیغ الگ کر دیا ہے جس کے سکرٹری مولوی داؤد صاحب غزنوی اور مولوی عبدالکریم صاحب مباہلہ والا ہیں۔ اور صدر میں ہوں۔ اب یہ کام ہم نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ انشاءاللہ وہ دن نزدیک ہیں۔ کہ مرزا محمود جیل میں ہوگا۔ اور جیل خانہ کی ہوا کھائیگا۔

ختم نبوت کی وجہ سے اس لئے ان کو کافر جانتا ہوں۔ کہ اب تو خواہ رسول آئے خواہ کتا آئے دونوں برابر ہیں۔ ایک ہندو نے مجھ سے سوال کیا کہ جب نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ تو مہاتما گاندھی نبی کیوں نہیں ہو سکتے۔ کیا انہوں نے نبیوں اور رسولوں والے خصائل اور اخلاق کا نمونہ نہیں دکھایا۔ میں نے اس ہندو کو کہا کہ واقعی تمہارا سوال درست اور وزنی ہے۔

اب ہم نے قادیان میں جھنڈے گاڑ دیئے ہیں۔ میں نے بٹالہ والی تقریر میں گورنمنٹ کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ کہ اگر گورنمنٹ مرزا محمود کو قانون کا پابند نہیں کرا سکتی۔ تو پھر ہم تو پہلے ہی سے قانون شکن ہیں۔ پھر میں نے مرزا محمود کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر قادیان میں میرے ایک آدمی کو بھی کوئی چپت لگائے گا۔ تو تمام ہندوستان میں احمدیوں کی خیر نہیں ہوگی۔ اگر ہم قادیان میں آٹے میں نمک نہیں تو تم تمام ہندوستان میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہو۔ میں نے اب وہاں جھنڈا گاڑ دیا ہے۔ اور مرزائیوں کو مٹانے کا پکا عہد کر لیا ہے۔ تم جماعت جلدی کرو اور اپنی سیاسی طاقت کو بڑھاؤ۔ تاکہ ہم ان کا مقابلہ کر سکیں ۔

ایک ضروری اعلان

مشاورت پر آنے والے احباب کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ اپنے علاقہ سے ایسی کتب رسائل یا ٹریکٹ فراہم کر کے ہمراہ لائیں۔ جو سلسلہ کی مخالفت میں مخالفین نے لکھی ہوں۔ خواہ ایسی کتب پرانی ہوں یا نئی۔ نیز ہر قسم کی دیگر کتب بھی مرکزی لائبریری کے لئے ہمراہ لائیں ۔

(ناظر تالیف و تصنیف)

مشینری اور آلات زراعت

نئے اور ترقی یافتہ نمونوں کے مطابق ساختہ آہنی رہٹ۔ ہل۔ بیل چکی یعنی خراس چارہ کترنے کی مشینیں۔ فلورملز۔ چھڑائی کی مشینیں قیمہ۔ بادام روغن اور سیویاں بنانے کی بے نظیر مشینیں۔ وغیرہ ارزاں ترین قیمتوں پر خرید نے کے لئے ہماری باتصویر فہرست مفت طلب فرمائیے۔ ایم۔ اے۔ رشید اینڈ سنز انجینئرز بٹالہ۔ پنجاب

سُرمہ نورانی

جملہ امراض چشم مثلاً پانی کا بہنا۔ سُرخی۔ ناخنہ۔ اور کُھجلی وغیرہ کے لئے لاثانی سرمہ ثابت ہوا ہے خاص کر گکروں کے لئے اس سے بہتر سرمہ یا اور کوئی دوائی آپ کو ہرگز نہ ملیگی۔ گکرے نئے ہوں یا پرانے اس کے استعمال سے بہت جلد دور ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ سرمہ تندرست آنکھ میں لگایا جائے تو نظر کو صاف اور تیز کرتا ہے۔ آپ ضرور اس کی آزمائش کریں۔ اور دیکھیں کہ آنکھ کیلئے یہ کیسی نعمت غیر مترقبہ ہے۔ مکرمی اقبال احمد صاحب منٹگمری سے اس سرمہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کا اشتہار سُرمہ نورانی کے متعلق رسالہ تہذیب نسواں میں بعنوان گکرے! گکرے!! گکرے!!! شائع ہوا تھا جس کو دیکھ کر اس وقت نمونۃً چھ ماشہ سرمہ منگایا تھا۔ جو کہ نہایت ہی مفید ثابت ہوا۔ براہ مہربانی ایک تولہ سرمہ نورانی بذریعہ وی۔ پی ارسال فرماویں۔ قیمت فی تولہ ۲ علاوہ پیکنگ و محصول ڈاک پانچ آنے کے ٹکٹ بھیج کر نمونہ مفت طلب کریں۔

کناری روکس

مردوں اور عورتوں کی طاقت بڑھانے۔ اور ان کی مخصوص بیماریوں کو دور کرنے کے لئے حیرت انگیز ایجاد ہے۔ یہ دوائی تمام اعضاء رئیسہ کو طاقت دیتی ہے۔ صالح خون پیدا کرتی ہے پوری معلومات حاصل کرنے کے لئے ایک کارڈ لکھ کر کارخانہ سے فہرست مفت طلب فرمائیں۔ قیمت فی شیشی عہ علاوہ پیکنگ و محصول ڈاک۔ دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان پنجاب

اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس چوہدری عطاء محمد خان صاحب بہادر نائب تحصیلدار و اسسٹنٹ کلکٹر سکنہ سوکڑ تحصیل سنگھڑ ضلع ڈیرہ غازی خان

بمقدمہ عسین خان ولد محمد خان ذات بلغانی سکنہ سوکڑ تحصیل سنگھڑ

بنام

غلام حسین ولد موسیٰ بلغانی سکنہ سوکڑ تحصیل سنگھڑ حال طالب علم اشاعت اسلام وغیرہ

دعویٰ تقسیم قطعی کرائی جائے۔ ۹/۲۴ حصص اراضیات ذیل

نام بند	نمبر کھاتہ	نمبر خسرہ	رقبہ متدعویہ	موضع سوکڑ
۱- سمندر	۱۷/۴	۹۲۱	کنال سوکڑ ۱۹ مرلہ	۴ کنال ۱۹ مرلہ
۲- بلندی والی	×	۹۲۳	۱۲ مرلہ	موضع سوکڑ

جو کہ مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی غلام حسین ولد موسیٰ بلغانی سکنہ سوکڑ تحصیل سنگھڑ حال طالب علم اشاعت اسلام دفتر انجمن اہل حدیث مدیث برانڈرتھ روڈ لاہور مدعا علیہ تعمیل نوٹس سے گریز کرتا ہے۔ اور حاضر عدالت نہیں ہوتا۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام غلام حسین مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ اگر غلام حسین بتاریخ ۴ مئی حاضر عدالت نہیں ہوگا۔ تو اس کی نسبت کارروائی یک طرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔ آج بتاریخ ۲۱ مارچ ۱۹۳۴ء بثبت دستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

(مہر عدالت) (دستخط حاکم)

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
طب جدید کے کرشمات

معزز برادران۔ آج طب جدید شرقی اپنے صحیح اصولوں اور سو فیصدی مفید منتخب کردہ ادویات کے باعث ہندوستان کے کونے کونے میں مشہور ہے۔ ہزارہا مایوس مریض طب جدید کے طریقہ علاج سے شفا حاصل کر چکے ہیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر۔ طبیب اپنے مریضوں پر ہماری تیار کردہ ادویات استعمال کرنا فخر سمجھتے ہیں کیونکہ یہ یقینی مفید۔ زود اثر۔ قلیل الخوراک ہیں۔

اکسیر بواسیر مرض بواسیر نہایت عسر العلاج مرض ہے۔ ہم نے بڑے بڑے تجربات کے بعد اس کا شافی علاج حاصل کیا ہے۔ جس سے سیکڑوں مایوس مریض شفا حاصل کر چکے ہیں۔ بواسیر خونی ہو۔ یا بادی اس کے چند روزہ استعمال سے ہمیشہ کے لئے صحت حاصل کرو۔ اگر ساتھ ہی مسے بھی ہوں تو دوا منگاتے وقت مرہم بواسیر بھی طلب کریں۔ جو مفت دی جاتی ہے۔ جس کے لگانے سے مسے بھی جھڑ جاتے ہیں۔ قیمت خوراک دو ہفتہ دو روپیہ آٹھ آنہ۔

اکسیر حیات عام لوگوں کا خیال ہے۔ کہ مرض سل۔ دق۔ دمہ۔ لاعلاج امراض ہیں۔ لیکن ہم آپکو یقین دلاتے ہیں۔ کہ کوئی مرض ایسا نہیں۔ جس کا علاج خدا تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا۔ ہاں غلط علاج ہی مرض کو لاعلاج بناتا ہے۔ ہماری اکسیر حیات سے سیکڑوں مریض اپنی تلخ زندگی کو راحت میں بدل چکے ہیں۔ اس کے استعمال سے بخار کھانسی دور ہو جاتی ہے۔ معدہ جگر۔ پھیپھڑے طاقتور ہو جاتے ہیں۔ دمہ کا دورہ مطلق نہیں ہوتا۔ خون صالح بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ دبلا بدن جسم پر گوشت آکر مریض تندرست طاقتور ہو جاتا ہے۔ دق سل دمہ کے مریض ہماری اس خاص ایجاد سے فائدہ اٹھائیں۔ قیمت خوراک ایک ماہ چار روپیہ

ملنے کا پتہ:۔ ممتاز الاطباء حکیم مختار احمد احمدی پروپرائٹر دواخانہ طب جدید

مصباح کے وی پی

خریداران مصباح کو اطلاع ہو۔ کہ جن خریداروں کی طرف سے بقایا ۱۹۳۳ء یا ۱۹۳۴ء کا پیشگی چندہ نہیں پہنچا۔ ان کے نام یکم اپریل کا مصباح وی پی ہوگا۔ امید ہے۔ یہ وی پی ضرور وصول کر لئے جائیں گے۔

(مینیجر مصباح۔ قادیان)

مجلس مشاورت پر آنے والے احباب

جن خریداران الفضل کی قیمت اخبار ۲۱ مارچ و ۱۵ اپریل کے مابین ختم ہے۔ ان کے اسماء کی فہرست الفضل ۱۲ میں چھپ چکی ہے۔ ہر ایک صاحب اپنا اپنا نام دیکھ کر قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں۔ یا مجلس مشاورت پر دستی ادا فرمائیں۔ ورنہ اس کے بعد ۶ اپریل کو وی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں۔

(مینیجر الفضل)

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

مدراس کونسل میں ۲۴ مارچ کو گورنر نے تقریر کرتے ہوئے کونسل کی میعاد میں نومبر ۱۹۳۴ء سے ایک سال کی توسیع کا اعلان کیا۔ اور ممبران سے اپیل کی۔ کہ وائٹ پیپر کے متعلق مجموعی طور پر کوئی رائے قائم کریں۔ اور اسے کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔

چیمبر آف کامرس کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے ۲۴ مارچ کو سر سکندر حیات خاں گورنر پنجاب نے کہا۔ کہ گورنمنٹ پنجاب کا سب سے پہلا مقصد زراعت کو بچانا ہے۔ اگر زراعت تباہ ہوگئی۔ تو اس کے ساتھ تجارت اور صنعت و حرفت بھی تباہ ہوجائے گی۔

افغان ہاکی ٹیم جو ہندوستان میں میچ کھیلنے کے لئے افغانستان سے آئی تھی۔ ۲۳ مارچ کو لاہور سے افغانستان کو روانہ ہوگئی۔ ٹیم کے منتظم نے روانگی سے پیشتر کہا۔ کہ ہم اس غرض سے ہندوستان آئے تھے۔ کہ ایسٹرن ایشیاٹک گیمز میں کھیلنے کے لئے ہمیں مشق ہوجائے یہاں کھلاڑیوں کے علاوہ پبلک نے بھی ہمارے ساتھ جو برادرانہ سلوک کیا ہے۔ اس کا اثر ہمارے دلوں پر گہرا ہے۔ اور ہماری آرزو ہے۔ کہ ہندوستانی بھائی بھی ہمارے ہاں میں آئیں۔

سکھ نیشنل کانفرنس کا اجلاس ۲۵ مارچ کو لاہور میں سردار کھڑک سنگھ صاحب کے زیر صدارت ہوا۔ جس میں ایک قرارداد بدیں مضمون پاس کی گئی۔ کہ سکھ قوم کمیونل ایوارڈ کو کسی طرح منظور نہیں کرسکتی۔ اور اس کے خلاف ایجی ٹیشن کرنے کے لئے ایک لاکھ والنٹیر بھرتی کئے جائیں گے۔

مہاراجہ نیپال نے کلکتہ سے ۲۵ مارچ کی اطلاع کے مطابق شاہی خاندان کے ۵ ممبروں کو جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ خالص نسل سے نہیں ہیں۔ شاہی خاندان سے متعلقہ تمام حقوق سے محروم کرکے شہر کھٹمنڈو سے نکل جانے کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک ولی عہد سلطنت اور فوج کا کمانڈر انچیف تھا۔

چین میں بندر کا گوشت مرغوب ترین غذا تھی۔ مگر اب حکومت چین نے اس کی ممانعت کردی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ بندر کی شکل انسان سے مشابہ ہے۔ اس لئے یہ گویا مردم خوری کے مترادف ہے۔

حکومت ترکی نے اعلان کیا ہے۔ کہ کوئی غیر ملکی جہاز ترکی سمندروں میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا۔ جب تک پہلے اس سے اجازت نہ حاصل کرے۔

جاپان کے ایک شہر ہاکوڈیٹ میں آتشزدگی کی خبر ایک گذشتہ پرچہ میں دی جاچکی ہے۔ ٹوکیو سے ۲۴ مارچ کی اطلاع ہے کہ اس سے ایک ہزار اشخاص ہلاک ہوچکے ہیں۔ شہر کا کثیر حصہ جل کر خاک ہوچکا ہے۔ لیکن آگ ابھی تک جاری ہے۔ ڈیڑھ لاکھ کے قریب لوگ بے گھر ہوچکے ہیں۔ لاکھوں لوگ خوف کے مارے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ اور ساحل سمندر پر کشتیوں میں پناہ گزین ہیں۔ نقصان کا اندازہ ۵ ملین پونڈ کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر کچلو کے متعلق امرتسر سے ۲۴ مارچ کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ آپ نے دوبارہ پریکٹس شروع کردی ہے۔ چنانچہ کل آپ عدالتوں میں گئے۔ ایک دعوت کے موقعہ پر جو کانگرسیوں کی طرف سے آپ کے اعزاز میں دی گئی تھی۔ تقریر کرتے ہوئے آپ نے کہا۔ کہ میں کم سے کم تین سال تک کوئی عہدہ منظور نہیں کرسکتا۔

جالندھر سے ۲۴ مارچ کی ایک خبر مظہر ہے۔ کہ ایک ببر اکالی باوا سنگھ نے ضلع ہوشیارپور میں تین اشخاص کو گولی سے ہلاک کردیا ہے۔ نیز بعض اور لوگوں کو جان سے ماردینے کا اعلان کیا ہے۔ تاحال وہ گرفتار نہیں ہوسکا۔

بنگال کونسل کے اجلاس میں ۲۲ مارچ کو ایک سوال کے جواب میں ہوم ممبر نے بتایا۔ کہ اپریل ۱۹۳۰ء سے لے کر اس وقت تک پچاس سرکاری افسر دہشت انگیزوں کے ہاتھوں قتل اور ۳۹ مجروح ہوچکے ہیں۔ اور صرف گذشتہ ایک سال میں ۲۷۲ رائفلیں۔ ۲۷۰۵ بندوقیں۔ اور ۵۳۰ ریوالور برآمد کئے گئے ہیں۔ جو لائسنس کے بغیر لوگوں نے رکھے ہوئے تھے۔ یہ تمام اسلحہ حکومت ہند نے اپنے قبضہ میں کرلئے ہیں۔ نیز گذشتہ تین سال میں ۵۰۸۹۶ ہتھیار تلف کردئے گئے ہیں۔

مہاراجہ گوالیار نے ایک برطانوی فرم سے ایک ایسی ریل گاڑی تیار کرائی ہے۔ کہ جو کھانے کے وقت انواع و اقسام کی طشتریاں شرابیں اور دیگر اشیاء سے لدی ہوئی کھانے کی میز کے اردگرد گھومتی رہتی ہے۔ اور ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق اس میں سے چیز اٹھا سکتا ہے۔ چیز اٹھاتے وقت گاڑی رک جاتی ہے۔

شاہ منچوریا نے اپنی تخت نشینی کے بعد قومی اصلاح کے لئے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا ہے۔ کہ افیون کے استعمال کی سخت ممانعت کردی ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے عبرتناک سزا مقرر کی ہے۔ صرف دوائیوں کے لئے اس کی خرید و فروخت کی اجازت ہوگی۔

اسمبلی میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سر جارج شسٹر نے اعلان کیا ہے۔ کہ یکم اپریل ۱۹۳۴ء یا اس کے بعد جو بھی کھانڈ کارخانوں سے نکلے گی۔ وہ خواہ پہلے ہی کی تیار کردہ کیوں نہ ہو اس پر ایکسائز ڈیوٹی لگادی جائے گی۔

کپورتھلہ سے ۲۴ مارچ کی اطلاع ہے۔ کہ سکھوں نے ہاتھی پر رکھ کر گرنتھ صاحب کا جلوس نکالا۔ جو ایک میل لمبا تھا۔ مہابیردل والے بھی سرخ پگڑیاں پہن کر اس میں شریک ہوئے۔ جلوس مہاراجہ صاحب کے محل کے نیچے جاکر ختم ہوا۔ مہاراجہ صاحب اور مہارانی صاحبہ نے گرنتھ صاحب کو پرنام کیا۔

عبیداللہ خاں سرخ پوش لیڈر رجوان دنوں ملتان جیل میں ہے کے والدین نے ملتان سے ۲۴ مارچ کی اطلاع کے مطابق پنجاب گورنمنٹ سے درخواست کی تھی۔ کہ انہیں اس سے ملاقات کی اجازت دی جائے۔ مگر معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے اسے منظور نہیں کیا۔

گاندھی جی نے پٹنہ میں ۲۴ مارچ کو سر سلطان احمد سے گفت و شنید کی جس میں کہا۔ کہ سنٹرل ریلیف کمیٹی گورنمنٹ سے مشورہ کئے بغیر کوئی کام نہیں کرسکتی۔ اور بہار میں ریلیف کے کام کو سیاسی پروپیگنڈا کا ذریعہ نہیں بنایا جائیگا۔ سر سلطان احمد نے پریس کے نمائندہ سے کہا۔ کہ گاندھی جی ریلیف کے کام میں بہت سرگرم اور گورنمنٹ سے تعاون کے لئے بیتاب ہیں۔

مہاراجہ بڑودہ کی صدارت میں ۲۴ مارچ کو دہلی میں ہندی ساہتیہ سمیلن شروع ہوا۔ سیٹھ برلا صدر مجلس استقبالیہ تھے۔ آپ نے کہا کہ ہندی کو ہندوستان کی مشترکہ زبان بنانا چاہیئے۔ صدارتی ایڈریس میں بھی اس بات پر زور دیا گیا۔ کہ ہندی ایک زبان ہے جسے تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان بنایا جاسکتا ہے۔

مدراس یونیورسٹی سینٹ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ سردست اچھوت کہلانے والی اقوام کے طلباء سے امتحانوں میں داخلہ کی فیس نہ لی جائے۔ یہ قرارداد سنڈیکیٹ کے پیش کردہ تھی۔

واشنگٹن سے ۲۵ مارچ کی خبر مظہر ہے کہ متمول اشخاص کے اغوا کی وبا روز افزوں ہے۔ ڈاکو ایک مشہور بنک کے پریذیڈنٹ کو اغوا کر کے لے گئے۔ لیکن اس کے والد کے چھ لاکھ روپیہ ادا کرنے پر اسے چھوڑ دیا۔

معاصر انگلشمین جو کلکتہ کا مشہور انگریزی اخبار تھا۔ ۱۱۳ سال تک جاری رہنے کے بعد ۲۶ مارچ کو بند ہوگیا ہے

مہاراجہ کپورتھلہ نے حکم دیا ہے۔ کہ زمینوں کی حفاظت کے لئے جو قانون جاری کیا گیا ہے۔ اس کے نفاذ سے پہلے کے قرضہ جات جو کاشتکار ادا نہ کرسکیں۔ ان کے لئے عدالت اقساط مقرر کردے۔ جو پانچ سال تک جاری رہیں۔ اور جن پر ۶ فیصدی سود لگایا جائے گا۔ نادار زمینداروں کا قرض گورنمنٹ تقاوی کی رقم سے ادا کردے گی۔

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور دفتر الفضل قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی